شازیہ ثناءاللہ بیگ
پی۔ایچ۔ڈی سکالر، جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

ڈاکٹر شگفتہ فردوس
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

Shazia Sana ullah Baig
Ph.D Scholar, GC University, Sialkot

Dr. Shugufta Firdous
Assistant Professor, Department of Urdu, GC University, Sialkot

ڈاکٹر فخر الحق نوری کی تدوینی خدمات کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of Dr. Fakhr-ul-Haq Noori's Compilation Contributions

Abstract: Dr. M. Fakhr-ul -Haq Noori is a well-known figure of Urdu Literature .He enjoys a keen insight into Nun Meem Rashid .His adherence to and interest in the work of Rashid is depicted by the research & compilation he has been absorbed in .Rashid is perceived as an invaluable trendsetter poet of his Era. The shape he has opted is quite simple. A common reader may comprehend the text while voyaging the vast works of Rashid. His compilation works like , "Mery bhi hain kuch khaab" , "Biaz-e-Rashid (Bakhat-e-rashid)" , "Jadeed Farsi Shairy" , "Nun Meem Rashid kay ghair mudawan urdu tarajum" , "Nun Meem Rashid kay muntakhib mazameen" , "Nun Meem Rashid ki nazmon kay engrezi trajum" , "Makateeb banam Rashid" , are glaring pearls .

Keywords: Research, Compilation, Trendsetter, Text, Rashid

انسانی فطرت ہمیشہ سے حقائق سے شناسائی کی دلدادہ ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے ساتھ ساتھ ادب کے شعبے میں بھی سچائی کی کھوج کا عمل جاری و ساری ہے۔ محققین وقت، حالات اور شواہد کی پابندی سے حقائق منظرِ عام پر لاتے ہیں۔ تحقیق کے شانہ بشانہ تدوین کا عمل بھی حق کی تلاش میں معاون کردار ادا کرتا ہے۔ جس میں مدون از سرِ نو متن مرتب کر کے فن پارے کو نئی زندگی بخشتا ہے۔ دراصل مدون، متن کو ایسی صورت دیتا ہے کہ جس میں مصنف خود دیکھنا چاہتا تھا۔ مدون علمی استعداد، تنقیدی بصیرت اور پُر اعتماد رویہ اپنا کر تخلیق کو نیا روپ عطا کر دیتا ہے۔ محمد انصار اللہ ایک مدون کے بنیادی خصائص اور فرائض کا ان الفاظ میں احاطہ کرتے ہیں:

> "تدوین کے لیے علم کی بصیرت کے ساتھ ساتھ، ذہن کی شائستگی، مزاج کا اعتدال اور طبیعت کا استقلال بھی لازم ہے۔ مدون کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ نہ صرف ناقد ہے، نہ محض محقق ہے اور نہ فقط شارح یا مفسّر ہے بلکہ اسے بہ یک وقت ان سب کے فرائض کم و بیش انجام دینے ہوتے ہیں۔" (۱)

گزشتہ کئی دہائیوں سے فن پاروں اور تخلیقات کی تحقیق و تدوین کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں جن مدونین نے انفرادی صلاحیتوں کے زیرِ اثر اپنی پہچان بنائی، اُن میں ایک بہت اہم نام ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا ہے۔ جنھوں نے جدید ادب کے نمائندہ شاعر ن م راشد کی تخلیقات کی تدوین کا بیڑا اُٹھایا۔ وہ دنیائے ادب میں محقق، بلند پایہ مدون، صاحبِ نظر نقاد اور روایت و جدت کے حسین امتزاج کے حامل شاعر اور استاد کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ انھوں نے شبانہ روز محنت اور عرق ریزی کے طفیل تحقیق و تدقیق کی راہوں میں اپنے انفرادی نقش ثبت کیے ہیں۔ اس ضمن میں ن۔م راشد کے حوالے سے کیا جانے والا کام ان کی خاص پہچان ہے۔ اُن کے ہاں تحقیق اور تنقید کی تخلیقی ہم آہنگی خوب نمایاں ہے ۔ وہ تنقید کے امتزاجی رویوں سے فن پارے کی معنوی اکائی کی شناخت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان کی تحقیقی و تدوینی تصانیف محض اعداد و شمار کے تعین کے بجائے تنقیدی جمالیات سے آراستہ ہیں۔ تحقیق اور تدوین میں حد درجہ مشغولیت کے باوجود ان کا اسلوب خشک اور بے رنگ نہیں ہے۔ غلام عباس گوندل، اُن کی تنقیدی بصیرت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اگر تنقید کا فریضہ قاری کا ادب سے مکالمہ کرانا، فن پارے کے باطن میں اتر کر تخلیقی موڈ کو گرفت میں لینا اور ادب کی جمالیاتی قدروں کے تشکیلی عناصر سے ادب کے قدر دانوں کو آگاہ کرنا ہے، تو نوری

صاحب کی یہ کاوشیں بہت کامیاب ہیں۔ ان کا امتیاز یہ ہے کہ ادب اور ادیب کو کھینچ کر اپنے مزاج سے ہم آہنگ نہیں کرتے بلکہ خود اُس تخلیقی فضا اور کیفیت میں جانے کی کوشش کرتے ہیں، جو فن کار پر وارد ہوتی ہے۔" (۲)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا پہلا تدوینی فن پارہ "میرے بھی ہیں کچھ خواب" (بیاضِ راشد بخطِ راشد) مع مطبوعہ متن ۲۰۱۰ء میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور سے ن م راشد کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے منظر عام پر آیا۔ یہ کتاب ۲۰۸ صفحات پہ مشتمل ہے۔ قارئینِ ادب کو ن۔م راشد کے فکر و فن کے اعلیٰ معیار کا احساس دلانے کے لیے زیر نظر کتاب کی تدوین کا مقصد اور افادیت بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"عکسِ بیاض کے ساتھ مطبوعہ متن کی اشاعت کا اہتمام کرنا اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ قارئین بیاض میں شامل نظموں کا اُن کی مطبوعہ صورتوں سے بآسانی تقابل کر سکیں اور یہ جان سکیں کہ راشد اپنی تخلیقات کو فکر و فن کی اعلیٰ سطح تک پہنچانے کے لیے اُن پر کتنی توجہ صرف کیا کرتے تھے۔" (۳)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے اس کتاب کا ۲۳ صفحات پر مشتمل جامع تعارف میں کتاب کی تدوین کے پسِ منظر اور مختلف مراحل سے آگاہ کیا ہے۔ انھوں نے ن۔م راشد کے مختلف اعزہ اور اقارب سے بالمشافہ ملاقات اور خط کتابت کا آغا اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "ن۔ م راشد۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ" کے سلسلے میں کیا۔ اس رابطے کا خاص مقصد غیر مطبوعہ تحریروں کا حصول تھا۔ اس حوالے سے اُن کا رابطہ ن۔م راشد کے ایک دیرینہ دوست ساقی فاروقی سے ہوا اور اُن سے خط کتابت کے نتیجے میں ن۔ م راشد کی قلمی بیاض کی موجودگی کا پتا چلا۔ ساقی فاروقی نے عکسی نقول کے حصول کے لیے انفرادی حیثیت میں کسی کے بھیجنے کی شرط بھی عائد کر دی۔ قلمی بیاض کے عکسی نقول کے حصول کے لیے عملی کوششیں رنگ لائیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے لندن میں مقیم اپنے ایک دیرینہ دوست لیاقت حسین کی وساطت سے ۳ ستمبر ۱۹۹۱ء کو ساقی فاروقی کے انتہائی مختصر خط کے ساتھ عکسی نقل حاصل ہو گئیں۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے ۲۸ جولائی ۱۹۹۰ء کو اپنے لکھے گئے خط کے جواب میں ساقی فاروقی کے ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۰ء کا جوابی مکتوب کا متعلقہ حصہ بطور حوالہ درج کیا ہے۔ بعد ازاں یہ قلمی بیاض ساقی فاروقی نے افتخار عارف کے ذریعے جی سی یونیورسٹی، لاہور کو بھجوا دی۔ جو اُنھوں نے ۱۰۔ اپریل ۲۰۱۰ء کو ن۔م راشد سیمینار ہال کے افتتاح کے موقع پر وائس چانسلر ڈاکٹر خالد آفتاب کے حوالے کر دی۔ ڈاکٹر نوری صاحب نے اس قلمی بیاض کا محض اپنے مقالے میں حسبِ ضرورت استفادے اور جی سی یونیورسٹی میں محفوظ رکھے جانے کے بجائے قارئین ادب کے لیے شائع کرنے کو ترجیح دی۔ انھوں نے جہاں اس قلمی بیاض کی تدوین کا کام انجام دیا وہیں ن م راشد کی تنقیدی فکر کا بھی احاطہ کیا ہے۔ اور اس کام کے ذریعے ن۔م راشد کے فکری ارتقا اور اُن کی ترامیم و تنسیخ کلام کے مدارج کو بھی بطور مطبوعہ کلام کے تقابل کے لیے پیش کیا اس حوالے سے وہ اس کام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس میں شامل بعض نظموں کی قبل از طباعت حالت کا مطبوعہ صورت سے تقابل کر کے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ راشد اپنے کلام میں ترمیم و تنسیخ، تخفیف و اضافہ اور اصلاح کا کس قدر اہتمام کیا کرتے تھے۔" (۴)

علاوہ ازیں انھوں نے بیاضِ راشد کے تدوینی عمل میں بیاض کے صفحات پہ درج تاریخ و ماہ و سال کے بارے میں محققانہ غور و فکر سے چند نتائج بھی اخذ کیے ہیں۔ انھوں نے ماہ و سال و تاریخ سمیت آٹھ مقامات کی اور بغیر تاریخ کے تین مقامات کی نشاندہی کرتے ہوئے سترھویں نظم سے پچیسویں نظم تک مختلف مقامات پر تحریر کردہ تواریخ اور سنین کے حوالے سے جو نتیجہ اخذ کیا اس سے اُن کے فکری شعور کا پتہ چلتا ہے۔ اس کام کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"بیاض میں موجود مقام تصنیف / تحریر اور تاریخ و ماہ و سال سے متعلق محولہ بالا اندراجات کو دیکھ کر کوئی بھی ہوش مند قاری کم سے کم آخری نو نظموں اور ان میں سے دو ایک کے منسوخ شدہ متون کے حوالے سے اس قسم کے بدیہی نتائج کا بآسانی استخراج کر سکتا ہے کہ بیاض کا یہ حصہ نیویارک (امریکہ) میں مارچ ۱۹۶۶ء سے فروری ۱۹۶۷ء یعنی کم و بیش ایک سال کے دوران میں قلم بند کیا گیا۔" (۵)

ابتدائی سولہ نظموں کے بارے میں اُن کا خیال ہے کہ یقیناً یہ مارچ ۱۹۶۶ء سے پہلے کی تحریر کردہ ہیں لیکن حتمی طور پر کچھ کہنے سے گریزاں ہیں۔ اسی طرح بعض نظموں کے دس سال سے بھی پہلے کی تخلیق کے بارے میں قیاس سے کام لیا ہے۔ بیاضِ راشد میں شامل نظموں کے سنہ اشاعت تلاش کر کے قاری کے لیے اس زمانے کے اہم واقعات سے ان کا ربط پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ نظم "ریگِ دیروز" کی اشاعت کے حوالے میں

لکھتے ہیں کہ یہ نظم جولائی ۱۹۵۵ء میں "ادبِ لطیف، لاہور" کے شمارہ ۸، جلد ۴۰ میں ص ۸ پہ شائع ہوئی تھی۔ وہ بیاضِ راشد کی تدوین و ترتیب میں تحقیق اہمیت کا حامل ایک اور نکتہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"بیاضِ راشد بخطِ راشد ہونے کے علاوہ اس لیے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس وسیلے سے متعدد نظموں میں تسوید و طباعت کے درمیان رونما ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔" (۶)

ڈاکٹر صاحب کے مطابق آٹھ (۸) نظموں کا متن بیاض میں درج ہونے سے قبل ہی تبدیلی کے عمل سے گزر چکا تھا، اسی لیے طباعت کے دوران تبدیل نہیں ہوا۔ یہ نظمیں بالترتیب نظم نمبر ۴، ۶، ۹، ۱۳، ۱۴، ۲۳، ۲۴، ۲۵ ہیں۔ البتہ ان میں نظم نمبر ۱۴ اور ۲۵ ایسی نظمیں ہیں کہ جن کے صرف عنوان تبدیل ہوئے ہیں۔ اور کچھ نظموں میں کچھ ترامیم و اضافے کی صورت ملتی ہے۔

انھوں نے بیاضِ راشد میں شامل نظموں کو ردوبدل کے حوالے سے تین پیراؤں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا پیرایہ چار ایسی نظموں کا ہے کہ جنھیں بیاض میں ہی ردوبدل کے بعد حتمی شکل دی گئی اور اسی طرح زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ البتہ پہلی نظم "اے عشقِ ازل گیر و ابد تاب" کا عنوان تبدیل ہو کر "میرے بھی ہیں کچھ خواب" ہو گیا ہے۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب نے چاروں نظموں کے عنوانات لکھ کر ان میں تبدیل شدہ بند کے مصرعوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ ان میں نظم نمبر ا "" اے عشقِ ازل گیر و ابد تاب" کے چھٹے بند کا دوسرا اور چوتھا مصرع، نظم نمبر ۵ "گداگر" کے پہلے بند کا افتتاحی مصرع اور دوسرے بند کے دو ابتدائی مصرعے، نظم نمبر ۱۷، "آرزو راہبہ ہے" کے پہلے بند کا دوسرا مصرع، دوسرے بند کا پہلا مصرع اور تیسرے بند کا دوسرا مصرع اور نظم نمبر ۲۱ "آنکھیں کالے غم کی" میں دوسرے بند میں واضح تبدیلی شامل ہیں۔ یہاں بالخصوص یہ التزام کیا گیا ہے کہ بیان کردہ مصرعوں کی پہلی حالت اور تبدیل شدہ حالت دونوں موجود ہیں۔

ن۔ م راشد کے ہاں عروضی اور شعری آہنگ کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور وہ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے کہ اُن کا کلام نکھر ا رہے اس لیے وہ بہترین الفاظ کی تلاش کے ساتھ اپنے کام کو عروضی طور بھی بہترین بنانے کی لگن رکھتے تھے۔ اُن کی اس خوبی کے حوالے سے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری لکھتے ہیں:

"راشد ایک سنجیدہ تخلیق کار تھے اور وہ تسوید و طباعت کے جملہ مرحلوں میں اپنے شعر پاروں پر پوری طرح سے توجہ مرکوز رکھتے تھے اور انھیں فکری و فنی دونوں اعتبار سے بلند سے بلند تر سطح پر پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی شاعری کو صیقل کرنے کے لیے کہیں معنوی اعتبار سے بہتر سے بہتر الفاظ کے انتخاب کی سعی کرتے ہیں تو کہیں عروضی آہنگ کے لحاظ سے مصرعوں کو زیادہ سے زیادہ رواں اور چُست بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنے سے اُن کا شعری آہنگ اُن کی فکر کی ترسیل کا وسیلہ بن جاتا ہے۔" (۷)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے ن۔ م راشد کی ان ہی کوششوں کو اپنے تدوینی کام کے ذریعے سے سامنے لانے کی سعی کی تا کہ قاری راشد کے فکری و فنی سفر کے تمام مراحل سے بخوبی آشنا ہو سکے اور اس عمل میں ڈاکٹر فخر الحق نوری کی کوششیں لائق ستائش ہیں۔ اس لیے ڈاکٹر ہارون عثمانی اس کتاب کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرتب نے انتہائی مہارت سے متعدد نظموں میں تسوید و طباعت کے درمیان رونما ہونے والی تبدیلیوں کی نشاندہی کر کے راشد کے تخلیقی عمل کو واضح کیا ہے۔ یہ تخلیقی عمل محض "آمد" کا محتاج نہیں بلکہ اس میں "آورد" کی کارفرمائی بھی شامل ہے۔ آمد اور آورد کے امتزاج نے راشد کے فن کو دو آتشہ بنا ڈالا ہے، میرے بھی ہیں کچھ خواب راشد کے اسی خواب کو اُجاگر کرتی ہے۔"۔(۸)

میرے بھی ہیں کچھ خواب" کے طویل تعارف کے آخر میں ڈاکٹر فخر الحق نے کتاب کے دو بڑے حصوں عکسِ بیاض اور مطبوعہ متن کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر نوری کے نام لکھے ہوئے ساقی فاروقی کے دو خطوط کی عکسی نقول کا ضمیمہ بھی ہے۔ اس کتاب کا مجموعی جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر ہارون عثمانی نے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کے تحقیقی اسلوب کو بھی سراہا کہ "اُن کا اسلوب علمی و ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص قسم کی سلاست اور چاشنی اپنے اندر رکھتا ہے۔"(۹) علاوہ ازیں مختلف حصوں کے عنوانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اُن کی تحقیق کے عنوان "چندنئے زاویے" کے حوالے سے اُن کی تحقیق کو سراہتے ہوئے لکھا کہ: "نوری صاحب کے مضامین بطور وحدت راشد شناسی کے نئے زاویے اُجاگر کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔"(۱۰)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا دوسرا اہم کام "ن۔ م راشد (منتخب مضامین) کی تدوین ہے۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد (پاکستان) نے نامور اردو قلم کاروں

کی صد سالہ تقریبات کی مناسبت سے خصوصی مطالعات اور منتخب مضامین کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جو ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مرتبین ڈاکٹر فخر الحق نوری اور ڈاکٹر ضیاء الحسن ہیں۔ کتاب کے دیباچے میں محمد فخر الحق نوری صاحب نے راشد کے کام کی فکری و فنی اہمیت و تراجم کے پیشِ نظر ان کی انفرادی کوششوں کو قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کا اعادہ کیا کیوں کہ راشد کا کام علمی سطح پر قارئین کے لیے بہت خاصے کی چیز ہے۔ عام سے عام ذہنی سطح کا قاری بھی الفاظ کے چناؤ سے ان کی ن م راشد سے دلی وابستگی اور شیفتگی کا خوب اندازہ کر سکتا ہے۔ مقتدرہ قومی زبان (پاکستان) کے زیرِ اہتمام راشد صدی کی مناسبت سے محمد فخر الحق نوری لکھتے ہیں:

> "اردو شاعری کو موضوعاتی و فکری اور فنی و اسلوبیاتی، دونوں سطحوں پر جدید طرزِ احساس (Modern Sensibility) سے ہم کنار کرنے اور شاعری میں دانشوری کی روایت کو آگے بڑھانے میں راشد کا جو کردار رہا ہے، اہلِ نظر اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں تنقید و ترجمہ وغیرہ میں بھی ان کی خدمات نا قابلِ فراموش ہیں۔ چنانچہ راشد ہر اعتبار سے استحقاق رکھتے ہیں کہ اُنھیں مختلف صورتوں میں خراجِ تحسین پیش کیا جائے۔" (۱۱)

محمد فخر الحق نوری نے زیرِ نظر مجموعے کے چار حصوں کے عنوانات اور ان کے مشمولات کے پسِ منظر کو بھی واضح کیا ہے۔ پہلا حصہ "شخص و عکس" ہے۔ جس کے تحت ساقی فاروقی کا شخصی مضمون "حسن کوزہ گر" اور "راشد بنام ساقی ------ ایک خط" شامل ہیں۔ اس حصے کی ابتدا شخصی مضمون سے کی گئی ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کی اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے "کمپیوٹر کھولنے کے لیے پاس ورڈ کا استعمال۔" (۱۲) کتاب کا دوسرا حصہ "دیباچہ و مقدمہ" کے عنوان کے تحت ہے۔ اس میں بالترتیب ن۔م راشد کے پہلے (ماورا) اور دوسرے مجموعے (ایران میں اجنبی) کی اشاعت اول میں شامل ن م راشد کے تحریر کردہ دیباچے، کرشن چندر کا "تعارف"، پطرس بخاری کی "تمہید" اور تیسرے شعری مجموعے (لا = انسان) میں بطور مقدمہ شامل ہونے والا ایک مصاحبہ: ن م راشد کے ساتھ بھی شامل کیا گیا ہے۔ یوں اس دور کے شعری رجحانات کی تفہیم میں مرکزیت کا حامل ہے۔ اس کتاب کا تیسرا حصہ "نقد و نظر" کے عنوان کے تحت ہے۔ اس میں مختلف تنقیدی دبستانوں کے نمائندہ ناقدین کے متنوع پہلوؤں کے حامل ۱۵ مضامین شامل کیے گئے ہیں۔۔ محمد فخر الحق نوری صاحب مندرجہ بالا مضامین کا تدوینی عمل انجام دینے کے ساتھ ان سے متعلق اپنے تنقیدی شعور کی جولانیاں بھی دکھاتے ہیں۔ متنوع موضوعات کے تحت جمع کردہ ان مضامین میں راشد شناسی کے کئی پہلو ہماری نظروں کے سامنے آجاتے ہیں:

> "کسی مضمون میں راشد کے تخلیقی ارتقا کی کہانی بیان کی گئی ہے تو کسی میں ان کے تصوّرِ خدا کو سمجھنے کی سعی کی گئی ہے، کوئی مقالہ ان کے عصری شعور کا غمّاز ہے ------ کسی میں ان کی باغیانہ روش کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ کوئی مقالہ تقابل کے حوالے سے راشد کے مقام کا تعین کرتا ہے تو کوئی ان کے تنقیدی شعور کی گواہی دیتا ہے۔ کسی مقالے کا پس منظر سیاست ہے تو کسی کا تانیثیت۔ حوالہ کوئی بھی ہو، حاصل یہی ہے کہ راشد ایک عظیم رجحان ساز شاعر ہیں۔" (۱۳)

زیرِ نظر کتاب کے چوتھے حصے میں ن م راشد کی چھ نظموں کے منتخب فکری و فنی تجزیے شامل ہیں۔ ان میں "تعارف"، "اسرافیل کی موت" (سجّاد باقر رضوی) "رقص"، "خودکشی"، "زنجیر" (میراجی) اور "مجھے وداع کر" (مغنی تبسم) شامل ہیں۔

ن م راشد کے سو سالہ یومِ ولادت کی مناسبت سے اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے زیرِ اہتمام ۲۱۔ دسمبر، ۲۰۱۰ء کو سیمینار منعقد ہوا۔ دو نشستوں پر مبنی اس سیمینار میں چودہ مقالات پڑھے گئے۔ جو ادارہ ہٰذا کے ششماہی شمارے "بازیافت" میں ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب کی ادارت میں شائع ہوئے۔ اگرچہ اس شمارے کا ایک حصہ "بیادِ میر" پر مشتمل ہے۔ جس کے پس منظر میں ن م راشد کی میرؔ کے لیے پسندیدگی کا پہلو شامل تھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب لکھتے ہیں:

> "جدیدیت کے علم بردار دانش ور اور شاعر ن م راشد ------ قدیم اسالیبِ اظہار سے نظری اور عملی، دونوں سطحوں پر بغاوت کرنے کے باوجود جدت کو روایت کے ساتھ مربوط خیال کرتے تھے۔ بازیافت کا یہ شمارہ اسی زاویۂ نگاہ کا آئینہ دار ہے۔" (۱۴)

"بازیافت" میں شامل ن۔م۔ راشد سے متعلق مقالات بعد ازاں ۲۰۱۴ء میں کتابی صورت میں "بیادِ راشد" کے نام سے شائع ہوئے۔ پروفیسر حفیظ الرحمن کا محمد فخر الحق نوری کی تحقیقی کاوشوں کے اعتراف کا انداز ملاحظہ ہو:

> "اُن کا ہوم ورک بہت قابلِ رشک ہوتا ہے۔ محنت اور عرق ریزی کے طفیل وہ تحقیق و تدقیق کی

راہوں سے بڑی سہولت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔" (۱۵)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری ۲۰۱۳ء میں "ن م راشد کی نظموں کے انگریزی تراجم" کے نام سے مثال پبلشرز، فیصل آباد کے زیرِ اہتمام طبع ہوا۔ اس کتاب میں ن۔ م راشد کے تعارف میں علمی نکات اور ذہنی وابستگی کا والہانہ اظہار کیا ہے۔ وہ علامہ اقبال کے بعد ن م راشد کو معروف ترین شاعر قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق بیسویں صدی کا شعری منظر نامہ ن م راشد کے نام سے مزید تابناک ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ۱۹۳۰ء میں جدیدیت کی تحریک پروان چڑھانے اور ترقی پسند تحریک کے مقابلے میں فروغ دینے کا سہرا ن م راشد کے سر پر باندھتے ہیں جس نے اردو شاعری کو ایک نئے طرز احساس سے روشناس کیا:

> "یہ طرزِ احساس افکار و خیالات اور مضامین اور موضوعات کے حوالے سے ہی دکھائی نہیں دیتا بلکہ ہئیت و فن اور زبان و اسلوب کے سلسلے میں بھی واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اس شاعر کی گراں قدر اور رجحان ساز مساعی کو ہر سطح پر تسلیم کیا اور بنظرِ تحسین دیکھا گیا ہے۔" (۱۶)

ن۔ م راشد کی نظموں کے دیگر زبانوں میں تراجم کی افادیت بیان کرتے ہیں ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا کہنا ہے کہ اس سے تحقیق کے میدان میں تقابلی مطالعے کے ذریعے مزید وسعت پیدا ہو گی۔ اگرچہ ن۔ م راشد کی نظموں کے بہت سے تراجم ہوئے اُن میں سے بعض کتابی صورت میں منظر عام پر بھی آئے۔ جب کہ کئی تراجم مختلف رسائل و جرائد اور غیر مطبوعہ صورت میں عام قارئین کی نظروں سے او جھل رہے۔ "ان سب تراجم کو یکجا کرنا اور صحت کے ساتھ ان کی تدوین کرنا ضروری تھا" اسی مقصد کے تحت اس کتاب میں تدوینی کام کیا گیا۔ یہ تمام تدوینی کام ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء میں تفویض کردہ ریسرچ پراجیکٹ کا حصہ رہے جس کے تحت رجحان ساز شاعر ن م راشد کی نظموں کے انگریزی تراجم کی تدوین کرنا تھا اور انگریزی زبان میں اس کی پذیرائی کا جائزہ لینا شامل تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ ادب کا منظر نامہ کسی خاص زبان یا علاقے تک محدود نہیں بلکہ لامحدود ہے۔ بالخصوص کسی علاقائی فن پارے کے ترجمے سے ادب کا کینوس مزید وسیع ہو جاتا ہے اور وہ عالمی ادب کا جامہ اوڑھ لیتا ہے۔ مختلف زبانوں کے ادبا و شعرا کے فن پاروں کے تراجم سے ان کی پہچان اور تعارف کسی مخصوص علاقے تک محدود نہ رہا۔ مزید برآں یہ کہ ادب کے ہمہ گیر پہلوؤں سے شناسائی کا عمل بھی جاری و ساری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب "ن م راشد کی نظموں کے انگریزی تراجم" کے پراجیکٹ کی افادیت کا ایک پہلو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "ایسے کاموں کی افادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ادب جسے کسی خاص زبان یا کسی خاص علاقے میں مقید نہیں کیا جا سکتا، اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا ہے اور عالمی سطح پر ادب کے قارئین کسی دوسری زبان کے شاعر کی فکری و موضوعاتی اور کسی حد تک فنی و اسلوبیاتی خصوصیات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ راقم الحروف کا یہ پراجیکٹ ان مقاصد کے حصول میں یقینی طور پر معاون ثابت ہو گا۔" (۱۷)

محمد فخر الحق نوری صاحب نے مذکورہ پراجیکٹ کی ترتیب کا باحاطہ مقدمہ میں کیا ہے اور اسے راشد کے تراجم کی تفہیم میں ایک "کسوٹی" کہا ہے۔ جس کے مطابق مقدمے کے بعد یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمے کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں ترجمہ نگاری کے اصولی مباحث اور دوسرے میں راشد کی شاعری کے انگریزی تراجم کا تعارف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے فکر و نظر نے اپنے تحریر کردہ مقدمے کو ابواب کے مندرجات کا فہم حاصل کرنے میں بنیاد قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے وہ شعری تراجم کی ادب میں ضرورت و اہمیت بھی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "شاعری تخلیقی اظہار کا سب سے موثر اور جاندار ذریعہ ہے۔ ترجمے کے ذریعے ایک زبان کے تخلیقی اظہار کو کسی نہ کسی حد تک تو ضرور دوسری زبان میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس سے اس شاعری کے منطقے میں توسیع ہوتی ہے اور جس زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے اس کے جاننے والے بھی ایک اجنبی تخلیق کار اور اس کے تخلیقی تجربے سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے شعری تراجم علم و ادب کی خدمت کا موثر پیرایہ ہیں۔" (۱۸)

انھوں نے "مقدمے" کے دوسرے حصے میں ن۔ م راشد کے ادبی مقام و مرتبے کے بیان میں ان کی ادبی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ بلاشبہ ن م راشد اپنے فکر و خیال اور ہئیت و اسلوب کے اعتبار سے ایک عہد ساز جدید شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی، فارسی، جاپانی اور انگریزی زبانوں کے شعرا نے ن م راشد کی نظموں کو اپنی اپنی زبانوں کے قالب میں ڈھال دیا۔ انگریزی تراجم کی تعداد زیادہ ہے، کیوں کہ عالمی سطح پر یہ زبان مقبول ہے۔ ڈاکٹر

نوری صاحب نے ن م راشد کی نظموں کے انگریزی تراجم کا کئی حوالوں سے جائزہ لیا ہے۔ اور اسے نصف صدی سے زیادہ طویل کام قرار دیا ہے۔

"مکاتیب بنام راشد" کے عنوان سے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا تدوینی کام ۲۰۱۵ء میں "مثال پبلشرز، فیصل آباد" کے زیر اہتمام منظر عام پر آیا۔ اس کتاب میں نواسی (۷۹) خطوط شامل ہیں۔ جن میں سے چودہ (۱۴) معروف شخصیات کی طرف سے ن م راشد کے نام لکھے گئے۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کو خطوط کی عکسی نقول ن م راشد کی بیٹی یاسمین راشد کے توسط سے ۲۰۱۰ء کے اواخر میں ملیں۔ یہ خطوط پہلی بار اُن ہی کی زیرِ نگرانی تصحیح و تدوینِ متن، مقدمہ و حواشی اور چند منتخب خطوط کی عکسی نقول سمیت، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور شعبۂ اردو کے تحت تحقیقی مجلّہ "بازیافت" جنوری تا جون ۲۰۱۱ء کے شمارے میں منظرِ عام پہ آئے۔ جب کہ ۲۰۱۵ء میں ان خطوط کو بطورِ خاص مقدمہ و حواشی میں ضرورت کے تحت ترامیم و اضافے اور عکسی نقول کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ مشاہیر کے لکھے گئے خطوط کی نشاندہی میں قارئین کی سہولت اور نظری تشفی کے لیے زمانی ترتیب سے پہلے ایسے آٹھ مکتوب نگاروں کے نام اور خط کی تاریخ کا اندراج کیا جن کا ن م راشد کے نام صرف ایک خط ہے۔ ان خطوط نگاروں میں احمد شاہ بخاری، سیّد ضمیر جعفری، ضیا محیّ الدین، غلام عباس، محمد صفدر میر، ساغر نظامی، قرۃ العین حیدر اور علی سردار جعفری شامل ہیں۔ بعد ازاں ایسے مکتوب نگاروں کی تفصیل درج کی گئی ہے کہ جن کے ایک سے زائد خطوط ہیں۔ پہلے خط کی مناسبت سے زمانی ترتیب کے ساتھ خطوط کی کل تعداد اور تاریخ بھی درج ہے۔ جس سے قارئین راشد کے ان خطوط کے ضبطِ تحریر میں لانے کے دورانیے کا بآسانی تعین کر سکتے ہیں۔ ن۔ م راشد کے نام ایک سے زائد خطوط لکھنے والے چھ مشاہیر میں ڈاکٹر آفتاب احمد، شمس الرحمان فاروقی، منیر احمد نیازی، ڈاکٹر جمیل جالبی، شہریار اور ڈاکٹر مغنی تبسم شامل ہیں۔ غلام عباس گوندل، ن م راشد پر تحقیقی کام کے حوالے سے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

> "راشد تو ہمیشہ ہی نوری صاحب ------ کا محبوب موضوع رہے گا، کیونکہ اُن کی بنیادی تحقیق اسی موضوع پر ہے اور وہ پورا راشد دریافت کر کے اسے اپنے تنقیدی شعور کا حصہ بنا چکے ہیں۔ جدید ادب کے ساتھ گہری وابستگی نے اُن کی راشد فہمی اور راشد نے اُن کی جدیدیت فہمی کو مہمیز دی ہے۔"(۱۹)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب نے معروف ادبی شخصیات کے ن۔ م راشد کے نام لکھے گئے خطوط کے تدوینی عمل میں تحقیقی ژرف نگاہی کا بھی ثبوت دیا ہے۔ انھوں نے قارئینِ ادب کو مقدمہ میں یہ معلومات بہم پہنچائی ہیں کہ ن م راشد کو لکھے گئے نواسی خطوط میں سے ستاسی خطوط انھیں تہران ارسال کیے گئے۔ جب وہ تہران میں اقوام متحدہ کے مرکزِ اطلاعات میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ بقیہ دو خطوط میں سے پطرس بخاری کا ایک خط انھیں پشاور ارسال کیا گیا کہ جب وہ ریڈیو پاکستان پشاور میں اسٹیشن ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ جب کہ دوسرا سید ضمیر جعفری کی طرف سے نیویارک بھیجا گیا کہ جب وہ اقوامِ متحدہ میں افسرِ اطلاعات کے عہدے پر متعین تھے۔ جب کہ مشاہیر کے مقاماتِ تحریر کے حوالے سے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری لکھتے ہیں:

> "ان خطوط سے ان کے مقاماتِ تحریر کی جو تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ اس کے مطابق پطرس بخاری نے نیویارک، سید ضمیر جعفری نے راولپنڈی، ضیا محی الدین نے لندن، غلام عباس نے کراچی، محمد صفدر میر نے لاہور، ساغر نظامی نے دہلی، قرۃ العین حیدر اور علی سردار جعفری نے بمبئی، ڈاکٹر آفتاب احمد نے لاہور، شمس الرحمان فاروقی نے الٰہ آباد یا لکھنؤ، منیر نیازی نے لاہور، ڈاکٹر جمیل جالبی نے کراچی یا لاہور، ڈاکٹر شہریار نے علی گڑھ اور ڈاکٹر مغنی تبسم نے حیدر آباد دکن سے اپنے خطوط ارسال کیے۔" (۲۰)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب کا ن۔ م راشد کی بیٹی یاسمین راشد حسن سے براہ راست رابطہ رہا جنھوں نے درج بالا نواسی خطوط کے ساتھ مزید پانچ خطوط کی عکسی نقول بھی بھجوائیں۔ ان میں سے دو خطوط ن م راشد کے بیٹے شہریار راشد کے اپنے والد کے نام انگریزی زبان میں تھے، باقی تین خطوط میں سے ڈاکٹر شہریار راشد کا ایک خط منیر نیازی کے نام اور ن م راشد کا ایک ڈاکٹر مغنی تبسم اور ایک منیر نیازی کے نام بھی تھا۔ ان میں سے پہلے چار بعض حوالوں کی وجہ سے نواسی خطوط سے متعلق ہونے کی بنا پر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے حواشی میں شامل کر دیے ہیں۔ خطوط کی عکسی نقول اور مکتوب نگاروں کے طرزِ املا میں تنوع سے صحیح متن کی قرات میں دشواری پیش آتی تھی اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے یاسمین راشد سے ان خطوط کو کئی بار سکین کر کے منگوایا تاکہ قارئین کے لیے آسانی پیدا کی جا سکے۔ اس حوالے سے اُن کی مکاتیبِ راشد کی تدوینی کاوش قابلِ تحسین ہے اور خود انھیں بھی اصل متن کی بازیافت کے حوالے سے اطمینان حاصل رہا اس بارے میں وہ خود رقمطراز ہیں کہ:

"الحمدللہ یہ بات پورے وثوق اور اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ مجھے اصل متن کی بازیافت میں اگر سو فیصد نہیں تو ننانوے فیصد سے زیادہ کامیابی ضرور حاصل ہو گئی ہے۔ یہاں مجھے یاسمین راشد کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرنا ہے کہ انھوں نے ان خطوط کی فراہمی کے علاوہ ان کی قرات میں سہولت پیدا کی اور حواشی کے ضمن میں بھی بعض معلومات بہم پہنچائیں۔"(۲۱)

انھوں نے قارئین کی سہولت کے لیے خطوط کے تدوینی عمل کا طریق کار بھی وضع کیا۔ اس حوالے سے پہلا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ انھوں نے خطوط کی قرات میں آسانی کے لیے کچھ تشنہ نکات کی تکمیل سیاق وسباق سے متعین کر کے مربع خطوط وحدانی اور منحنی خطوط وحدانی میں کی ہے۔ مزید یہ کہ انھوں نے خطوط کے تدوینی مرحلے میں متن کے ساتھ ساتھ چند اور نکات کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جس میں مکتوب نگاروں کا منفرد اسلوبِ بیان، ان کے ن م راشد کے ساتھ ذاتی تعلقات کی نوعیت، ن م راشد کی شعری عظمت کا اعتراف، دوستانہ شدتِ جذبات، ،ن م راشد کی کتابوں کے اشاعتی مراحل اور مختلف رسائل و جرائد میں ن م راشد کی منظوم و منثور نگارشات کی مانگ کے ساتھ "گوشۂ راشد" سے "راشد نمبر" میں بدل جانے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مکاتیب کے اشاعتی عمل میں مفصل حواشی کے اندراج کے ساتھ خطوط کے عکس بھی شامل ہیں۔ محمد فخر الحق نوری صاحب نے جہاں ن م راشد کے خطوط کی صحیح متن کی جمع آوری کے ساتھ بہ حیثیت مدون اپنا فریضہ انجام دیا۔ وہیں ان کی تنقیدی بصیرت خطوط کی اہمیت کا احاطہ ان الفاظ میں کرتی ہے:

"ان خطوط کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے عہدِ تحریر کے علمی مسائل اور ادبی رجحانات کے آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ ہم عصر شعرا و ادبا کے باہمی تعلقات اور معاصرانہ چشمک پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ کچھ خط ایسے بھی ہیں جن سے مقامی اور عالمی سیاست کے بدلتے ہوئے مناظر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ الغرض ان خطوط کے دامن میں بہت کچھ ہے جو جداگانہ تجزیاتی مطالعے کا متقاضی ہے۔" (۲۲)

درجِ بالا تدوینی کام ن۔م راشد سے محمد فخر الحق نوری کی قلبی وابستگی کا نمایاں اظہار ہے۔ انھوں نے جہاں مدون کے بنیادی خصائص کا دامن تھامے رکھا وہیں جدید ادب کے نمائندہ شاعر کی ادبی شخصیت کے گُوناں گوں پہلوؤں پر سیر حاصل مواد پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے راشد شناسی میں اپنی انفرادیت ثابت کی۔ ڈاکٹر رشید امجد نے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کے تحقیقی و تدوینی کام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ:

"ن م راشد کے فن اور شخصیت پر تحقیق و تنقید کے حوالے سے جو اعتبار اور امتیاز فخر الحق نوری کو حاصل ہے وہ عصرِ حاضر کے کسی اور راشد شناس کے حصے میں نہیں آیا۔" (۲۳)

اس سے ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کی راشد شناسی میں شبانہ روز کاوشوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ میرے بھی ہیں کچھ خواب (بیاضِ راشد بخطِ راشد) میں اُن کی انہی کاوشوں نے اُن کے کام کو گزرتے وقت کے ساتھ اعتبار اور وقار عطا بخشا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد انصار اللہ۔ "اردو میں تدوین"۔ نئی دہلی: براؤن بک پبلیکیشنز، ۲۰۱۴ء

۲۔ غلام عباس گوندل۔ "مطالعات"— ایک مطالعہ" مشمولہ شبیہ۔ شمارہ ۱۔ ۲، جنوری تا جون، ۲۰۰۴

۳۔ محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر۔ "میرے بھی ہیں کچھ خواب (بیاضِ راشد بہ خطِ راشد)۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۸-۲۹

۴۔ ایضاً۔ ص ۱۰

۵۔ ایضاً۔ ص ۱۴

۶۔ ایضاً۔ ص ۱۴

۷۔ ایضاً۔ ص ۲۸

۸۔ ہارون عثمانی۔ راشد شناسی کی چند نئی جہات" مشمولہ "ریسرچ جرنل (اردو) جلد ۱۸، شمارہ ۱، ملتان: بہاوالدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۲۱۰ء۔ ص ۶۸

۹۔ ایضاً۔ ص ۷۳

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۳۷
۱۱۔ محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر۔ ن م راشد (راشد صدی، منتخب مضامین) اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء۔ دیباچہ
۱۲۔ ایضاً۔ دیباچہ
۱۳۔ ایضاً۔ دیباچہ
۱۴۔ بازیافت-۱۸ (جنوری تا جون ۲۰۱۱ء) شعبہ اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (اداریہ) ص ۷
۱۵۔ پروفیسر حفیظ الرحمٰن ۔ "توضیحات-ایک مطالعہ" مشمولہ شبیہ۔ شمارہ ۱۔ ۲، جنوری تا جون، ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۵
۱۶۔ محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر۔ ن م راشد کی نظموں کے انگریزی تراجم، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۳ء۔ ص ۱۱۔ ۱۲
۱۷۔ ایضاً۔ ص ۱۳
۱۸۔ ایضاً۔ ص ۲۴۔ ۲۵
۱۹۔ غلام عباس گوندل۔ "مطالعات - ایک مطالعہ" مشمولہ شبیہ۔ شمارہ ۱۔ ۲، جنوری تا جون، ۲۰۰۴،۔ ص ۱۷
۲۰۔ محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر۔ مکاتیب بنام راشد۔ فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۵ء۔ ص ۲
۲۱۔ ایضا۔ ص ۳
۲۲۔ ایضاً۔ ص ۴
۲۳۔ رشید امجد، ڈاکٹر۔ مطالعہ راشد (چندنئے زاویے)۔ فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء۔ فلیپ